النور ستمبر ۲۰۱۳ء

ختمِ نبوت کی داعی واحد جماعت

حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، نہ نیا نہ پُرانا

مدیر
شاہد عزیز

نشریات

www.virtualmosque.co.uk پر

جمعہ : ۱۳:۰۰ بجے

درس : بعد از جمعہ ۱۴:۰۰

ماہانہ مجلس : ۱۵:۰۰

عیدین : ۱۱:۰۰ بجے اور پنجاب ریڈیو (سکائی چینل ۰۱۳۰) پر ۱۳:۰۰ تا ۱۴:۰۰ بجے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اعلانات اور خبریں

انگلستان ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب نے عیدالفطر کی نماز بولٹن میں پڑھائی جہاں جماعت کی ایک نئی شاخ قائم کی گئی ہے۔

جرمنی پچھلے سال کی طرح اِس سال بھی برلن میں 'لونگ نائٹ اوف ریلیجن' منائی گئی۔ انگلستان سے اظہر احمد صاحب بمع فیملی اور ناصر احمد صاحب اور ہالینڈ سے مدثر عزیز صاحب امام مسجد کی مدد کے لئے تشریف لئے گئے۔ اِس موقع پر چند گھنٹوں میں قریباً ۲۰۰ غیر مسلم احباب مسجد میں آئے اور اُنہیں مسجد کی تاریخ کے علاوہ اسلام پر تعلیم بھی دی گئی۔ ویسے بھی ہر روز کوئی پانچ سات احباب مسجد دیکھنے اور اسلام پر معلومات حاصل کرنے تشریف لاتے ہیں۔ برلن کی مسجد کو جرمن حکومت جرمنی کا تاریخی ورثہ قرار دے چُکی ہے اور سیاحوں کے لئے معلومات میں اِس کا ذکر ہوتا ہے۔ جماعتِ قادیان کے احباب بھی باقاعدگی سے مسجد دیکھنے آتے ہیں۔

ہماری یہ مسجد ہمارے بزرگوں کی قربانیوں کی مثال ہے اور اَب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم آنے والی نسلوں کے لئے مثال قائم کریں۔ دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق دے تاکہ یومِ محشر ہم اُن کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔

یاد رکھیں کہ وقت اور پیسے کی قربانی کے بغیر یہ ممکن نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قربانی ہر احمدی کا فرض ہے۔

کلامِ امام

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام

ہمارا عیسائیوں پر ایک یہ اعتراض تھا کہ جس فدیہ کو وہ پیش کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے مخالف ہے۔ کیونکہ الٰہی قانون پر غور کر کے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان کیا گیا ہے۔ مثلاً انسان اشرف المخلوقات اور باتفاق تمام عقلمندوں کے تمام حیوانات سے اعلیٰ ہے۔ سو اس کی صحت اور بقا اور پائداری اور نیز اس کے

نظام تمدن کے لئے تمام حیوانات ایک قربانی کا حکم رکھتے ہیں۔ پانی کے کیڑوں سے لے کر شہد کی مکھیوں اور ریشم کے کیڑوں اور تمام حیوانات بکری گائے وغیرہ تک جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو یہ سب انسانی زندگی کے خادم اور نوع انسان کی راہ میں فدیہ معلوم ہوتے ہیں۔ ایک ہمارے بدن کی پھنسی کے لئے بسا اوقات سو جو جان دیتی ہے تا ہم اس پھنسی سے نجات پاویں۔ ہر روز کروڑ ہا بکری اور بیل اور مچھلیاں وغیرہ ہمارے لئے اپنی جان دیتی ہیں۔ تب ہماری بقاء صحت کے مناسب حال غذا میسر ہوتی ہے۔ پس اس تمام سلسلہ پر نظر ڈال کر معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اعلیٰ کے لئے ادنیٰ کو فدیہ مقرر کیا ہے۔ لیکن اعلیٰ کا ادنیٰ کے لئے قربان ہونا اس کی نظیر خدا کے قانون قدرت میں ہمیں نہیں ملتی۔

پادری لوگ اس اعتراض سے بڑے گھبراتے ہیں اور کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔ آخر بعض بے ہودہ قصوں کہانیوں پر ہاتھ مار کر بعض ان میں سے یہ جواب دیتے ہیں کہ بعض وقت بڑے بڑے افسروں نے ادنیٰ ادنیٰ لوگوں کے لئے جو اُن کے ماتحت تھے جان دی ہے۔ چنانچہ سر فلپ سڈنی ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں قلعہ ذُٹفن ملک ہالینڈ کے محاصرہ میں جب زخمی ہوا تو اس وقت عین نزع کی تلخی اور شدت پیاس کے وقت جب اس کے لئے ایک پیالہ پانی کا جو وہاں بہت کم یاب تھا مہیا کیا گیا تو اس کے پاس ایک اور زخمی سپاہی تھا جو پیاسا تھا جو نہایت حرص کے ساتھ سڈنی کی طرف دیکھنے لگا۔ سڈنی نے اس کی یہ خواہش دیکھ کر وہ پیالہ پانی کا خود نہ پیا بلکہ بطور ایثار اس سپاہی کو دے دیا یہ کہہ کر کہ ''تیری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے''۔☆ یہ جوانمردی اور صفت ایثار کا ایک نمونہ ہے جو سڈنی سے ظہور میں آیا۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک بڑے انسان نے چھوٹے کے لئے جان دی۔ لیکن یاد رہے کہ اس قصہ میں ہمارے سوال کا جواب نہیں ہے۔ ہمارا تو یہ اعتراض تھا کہ خدا کا قانون قدرت جو نظام شمسی کی طرح خدا کی خواہش اور ارادہ کے موافق چل رہا ہے۔ جس سے ہم اپنی قوت اور تصرف سے کسی طرح باہر نہیں ہو سکتے اور جو ہماری بناوٹ سے نہیں بلکہ قدرتی طور پر خدا کے ہاتھ سے ایسا ہی قائم ہو گیا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ اعلیٰ کی بقا اور عافیت کے لئے ادنیٰ کو قربان کیا گیا ہے۔ پس وہ خدا کا فعل جو اس وقت سے جاری ہے جب سے دنیا کی بنیاد پڑی ہے ہمیں سکھلاتا اور یاد دلاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ جو مخلوق اس کی نظر میں بہت پسند اور مقبول ہے دوسری مخلوق کو اس کی خدمت میں لگا وے اور ادنیٰ کو اعلیٰ کی نجات کے لئے تکلیف میں ڈالے یا ہلاک کرے۔ سو مطالبہ تو اس بات کا تھا کہ کیا خدا نے کبھی ایسا کیا کہ ادنیٰ کے بچانے کے لئے اعلیٰ کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈالا۔ لیکن ظاہر ہے کہ خدا کے قانون قدرت میں اس کی نظیر نہیں۔ دیکھو ہم پیالہ پانی کا پی کر کروڑ ہا کیڑوں کی ہلاکت کا موجب ہوتے ہیں۔ پس کیا کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک کیڑے کے لئے خدا تعالیٰ نے کروڑ ہا انسانوں کو ہلاک کیا ہو۔ دیکھو ایک انسان اپنی زندگی میں جس قدر پانی پیتا اور اس ذریعہ سے بے شمار کیڑوں کو ہلاک کرتا اور یا جو دوسرے مختلف حیوانوں اور کیڑوں اور مکھیوں اور جوکوں اور خوردنی جانداروں کو ہلاک کرتا ہے کیا کوئی اس کا شمار کر سکتا ہے؟ پس کیا اب تک سمجھ نہیں آ سکتا کہ خدا کا قانون جس پر چلنے کے لئے انسانی زندگی مجبور ہے قدیم سے یہی ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان کیا جاتا ہے۔ ہاں جو مثال پیش کی گئی ہے گو اس خدا کے قانون قدرت سے تعلق نہیں مگر انسان کی صفت ایثار میں اس کو داخل کر سکتے ہیں۔ انسان چونکہ ناقص اور ثواب حاصل کرنے کے لئے اعمال صالحہ کا محتاج ہے اس لئے کبھی وہ تواضع اور تذلل کے طور پر اپنے خدا کو خوش کرنے کے لئے اپنے آرام پر دوسرے کا آرام مقدم کر لیتا ہے اور آپ ایک حظ سے بے نصیب رہ کر

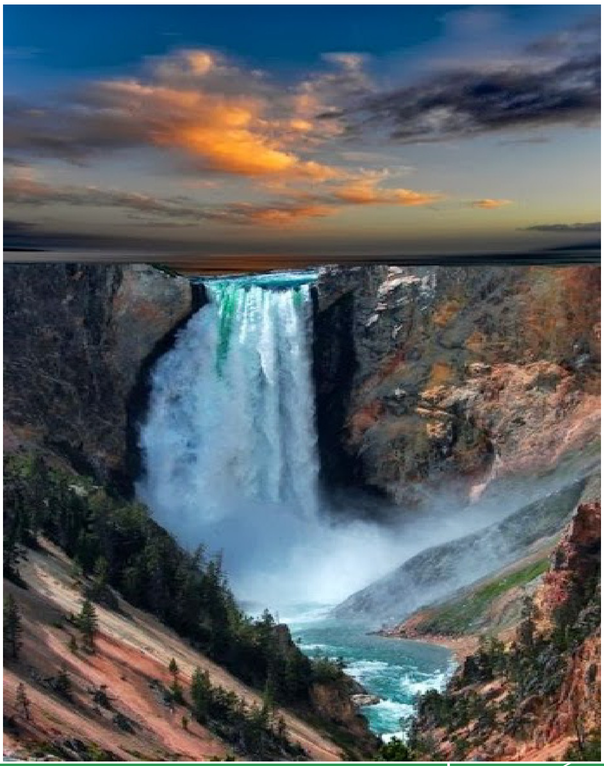

ہیملٹن پول ٹیکسس
یو ایس اے

دوسرے کو وہ حظ پہنچاتا ہے تا اس طرح پر اپنے خدا کو راضی کرے۔ اور اس کی اس صفت کا نام عربی میں ایثار ہے۔
ظاہر ہے کہ یہ صفت گو عاجز انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے لیکن خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی کیونکہ نہ تو وہ تواضع اور تذلل کے راہ سے کسی ترقی کا محتاج ہے اور نہ اس کی جناب میں یہ تجویز کرسکتے ہیں کہ وہ دوسروں کو کسی قسم کا آرام پہنچانے کے لئے اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے تئیں مصیبت میں ڈالے کیونکہ یہ بات قدرت تامہ اور نشان الوہیت اور جلال ازلی ابدی کے منافی ہے۔ اور اگر وہ اس قسم کی ذلت اور مصیبت اور محرومی اپنے لئے روا رکھ سکتا ہے تو پھر یہ بھی ممکن ہوگا کہ وہ اپنی خدائی کسی دوسرے کو بطور ایثار دے کر آپ معطل اور بے کار بیٹھ جائے یا اپنی صفات کاملہ دوسرے کو عطا کر کے آپ ان صفات سے ہمیشہ کے لئے محروم رہے۔ سو ایسا خیال خدا تعالیٰ کی جناب میں بڑی گستاخی ہے اور میں قبول نہیں کرسکتا کہ کوئی خداترس منصف مزاج یہ ناقص حالتیں خدائے ذوالجلال کے لئے پسند کرے گا۔ ہاں بلاشبہ یہ صفت ایثار (اس کو انگریزی میں ''سیلف سکری فائس'' کہتے ہیں) جس میں ناداری اور لاچاری اور ضعف اور محرومی شرط ہے ایک عاجز انسان کی نیک صفت ہے کہ باوجودیکہ دوسرے کو آرام پہنچا کر اپنے آرام کا سامان اس کے پاس باقی نہیں رہتا پھر بھی وہ اپنے پر سختی کر کے دوسرے کو آرام پہنچا دیتا ہے مگر ہم کیونکر تجویز کرسکتے ہیں کہ خدا پر بھی ایسی حالت رہ سکتی ہے کہ وہ ایک قسم کا کسی کو آرام پہنچا کر آپ اس آرام سے محروم رہ جائے۔ کیا اس کی شان کے یہ زیبا ہے کہ ایک شخص کو بطور ایثار کے قادر بنا وے اور آپ ناتواں رہ جائے یا آپ نعوذ باللہ جاہل رہ جائے اور دوسرے کو بطور ایثار کے عالم الغیب بنا وے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ایثار کی صفت میں یہ ضروری شرط ہے کہ ایثار کنندہ اپنے لئے ایک محرومی کی حالت پر راضی ہو کر دوسرے کو اپنے اس نصیب سے بہرہ یاب کرے اور اگر اپنے لئے محرومی کی حالت پیدا نہ ہو اور دوسرے کو اپنے اس نصیب سے بہرہ یاب کرے اور اگر اپنے لئے محرومی کی حالت پیدا نہ ہو اور دوسرے کو ہم فائدہ پہنچاویں تو یہ ایثار نہیں ہوسکتا۔ مثلاً ہمارے قبضہ میں بہت سی روٹیاں ہیں جن کے ہم مالک ہیں اور ہم نے ان ہزاروں روٹیوں میں سے ایک روٹی کسی فقیر کو دے دی تو اس کا نام ایثار نہیں ہوگا۔ فرض کرو کہ اگر سرفلپ سڈنی کے پاس بہت سا پانی ہوتا یا بآسانی اس کو پیدا کرسکتا اور وہ اس میں سے ایک پیالہ اس سپاہی کو بھی دے دیتا جو اس کے پاس زخمی اور پیاسا پڑا تھا تو اس فعل کا نام ایثار نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اس حالت میں یقیناً جان سکتا تھا کہ میں بھی اس سے محروم نہیں رہ سکتا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ صفت ایثار کے ثابت ہونے کے لئے شخص ایثار کنندہ کا ضعف اور درماندگی اور عدم قدرت اور عدم استطاعت شرط ہے۔ لہٰذا یہ صفت خدائے قادر مطلق کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی۔ اور ایسا ہی سرفلپ سڈنی کی طرف بھی منسوب نہ ہوتی اگر وہ پانی پیدا کرنے پر قادر ہوتا۔ اور اگر خدا ایسا کرے کہ عمداً اس قدرت کے استعمال سے اپنے تئیں محروم رکھے یا عمداً دوسرے کو آرام دے کر ایک مصیبت کی حالت اپنے پر ڈال لے تو اس فعل کا نام بھی ایثار نہیں ہے بلکہ یہ فعل اس بیوقوف کے فعل سے مشابہ ہوگا کہ جس کا گھر طرح طرح کے کھانوں سے بھرا ہے اور اس نے اس میں سے کسی فقیر کو ایک طبق طعام دے کر باقی عمداً تمام کھانا کسی گڑھے میں پھینک دیا اور اپنے تئیں مارے بھوک کے ہلاکت تک پہنچا دیا تا اس طرح صفت ایثار ثابت ہو۔ غرض یہ تمام غلطیاں ہیں جن میں عمداً عیسائی لوگ اپنے تئیں ڈال رہے ہیں تا گلے پڑے ڈھول کو کسی طرح بجاتے رہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ انسان کی صفت ایثار اس شرط سے قابل تحسین ہے کہ اس میں کوئی بے غیرتی اور دیوثی اور اتلاف حقوق نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی مرد اپنی عورت کو اس کے خواہشمند کے ساتھ بطور ایثار ہم بستر کراوے تو یہ صفت قابل تحسین نہیں ہوگی۔ بہتیرے احمق نادان ایسی حرکات کر بیٹھتے

ہیں جن کی نظیر خداتعالیٰ کے تمام قانون قدرت میں نہیں پائی جاتی۔سو وہ عقلمندوں کے نزدیک مورد ملامت ہوتے ہیں نہ یہ کہ ان کی پیروی کی جائے۔ اوریا یہ کہ ان فعل قابل تعریف سمجھا جائے۔ مثلاً ایک انگریزی افسر جوایک نازک مہم پر گئی لاکھ فوج کے ساتھ ماموکیا گیا ہے اگر وہ ایک بکری کے بچے کی جان بچانے کے لئے عمداً اپنی جان دے اوراس طرح پرتمام فوج کوتھلکہ اورشکست کے اندیشہ میں ڈالے توکیا ہماری گورنمنٹ اس کوایک قابل تعریف انسان تصور کرسکتی ہے؟نہیں بلکہ ایسا نادان لعنت ملامت کے لائق ہوگا۔ سوانسان کا وجود خدا کے وجود کے مقابل بکری سے بھی ہزارہا درجہ کمتر ہے ناد انوں کی بعض بے ہودہ حرکات قانون قدرت کا حکم نہیں رکھتیں ورنہ بہتیرے ہندو بتوں کے آگے اپنی زبان یا ہاتھ یا پیر کاٹ دیتے ہیں اور بہتیرے نادان ہندو اپنے بچے کوگنگا میں ڈال کراس کا نام جل پرواہ رکھتے ہیں۔اوران میں سے بہتیرے ایسے گذرے ہیں کہ ارادتاً جگن ناتھ کے پہیے کے نیچے کچلے گئے ہیں۔سوایسی بیہودہ حرکات نظیر دینے کے لائق نہیں اور نہ وہ خداتعالیٰ کا قانون قدرت کہلاسکتی ہیں۔ ہمارا تو یہ اعتراض تھا کہ اعلیٰ کا ادنیٰ کے لئے اپنی جان ضائع کرنا قانون قدرت کے مخالف ہے۔ پس کاش اگر یہ لوگ پہلے قانون قدرت کی تعریف میں غورکرتے تو اس فاش غلطی میں نہ پڑتے۔کیا ہم بعض نادانوں کی بے ہودہ حرکات کوجن پرخود قانون قدرت کا اعتراض ہے قانون قدرت کا حکم دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اورپھر لطف یہ کہ اس بحث میں پڑنے کا ابھی تک عیسائیوں کا حق بھی نہیں۔ کیونکہ وہ اس بات کے قائل نہیں کہ درحقیقت اقنوم ثانی کوجس کودوسرا نام ان کے نزدیک ابن اللہ ہے پھانسی دی گئی تھی وجہ یہ ہے کہ اس سے ان کو ماننا

پڑتا ہے کہ ان کا خدا تین دن تک مرارہا پس جبکہ خداہی مرارہا تواس عرصہ تک اس دنیا کاانتظام کون کرتا ہوگا؟

یہ بھی یادرکھنا چاہئے کہ یہ باتیں حضرت مسیح کی تعلیم میں نہیں تھیں اوران کی تعلیم میں توریت پرکوئی بھی زیادت نہیں تھی۔ انہوں نے صاف صاف کہا تھا کہ میں انسان ہوں۔ہاں جیسا کہ خدا کے مقبولوں کوعزت اورقربت اورمحبت کے خداتعالیٰ کی طرف سے القاب ملتے ہیں اوریا جیسا کہ وہ لوگ خودعشق الٰہی کی محویت میں محبت اوریکدلی کے الفاظ منہ پرلاتے ہیں ایسا ہی ان کا بھی حال تھا۔اس میں کیا شک ہے کہ جب کوئی انسان سے محبت کرے یا خدا سے تو جب وہ محبت کمال کوپہنچتی ہے تو محبّ کوایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح اوراس کے محبوب کی روح ایک ہوگئی ہے اورفنا نظری کے مقام میں بسااوقات وہ اپنے تئیں محبوب سے ایک ہی دیکھتا ہے۔

ایک فرشتہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسیح جب آئیں گے تو اُن کے ساتھ دوفرشتے ہوں گے۔ جب حضرت مسیح موعود (ع) سے یہ سوال ہوا کہ وہ فرشتے کون سے ہیں۔حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ ایک فرشتہ حضرت مولانا نورالدین (ر) ہیں اور دوسرا حضرت مولانا محمد احسن امروہی (ر) ہیں۔حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے:

ا)''مولوی سید محمد احسن صاحب بحث مباحثہ کے کام میں اور مناظرہ میں یکتا ہیں۔ وہ پورے تحصیل یافتہ ہیں۔علم حدیث اورعلم فقہ کے بڑے ماہر ہیں۔مخالف مولویوں کے مقابلہ میں سلسلہ تصانیف کا کام خوب کرسکتے ہیں۔ ہرشخص کا کام نہیں کہ

ایسے امور میں مداخلت کرے۔'' (ملفوظات ۵۔ صفحہ ۶۵۔ جدید ایڈیشن)

۲) ''میرا پکا ارادہ تھا کہ میں معمولاً اِن مضامین پر کچھ نوٹ یا ایک مختصر ریویو کرتا مگر میرے دلی دوست بلکہ مخدوم معظم مولوی سید محمد احسن صاحب نے مجھے اس فرض سے سبکدوش کر دیا انھوں نے جیسا اس خدمت کو ادا کیا ہے درحقیقت اُنہی جیسے فاضل اجل کا حصہ تھا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء میرا یقین ہے کہ یہ ایسا نیک کام ان کے مبارک ہاتھ سے پورا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے رفع درجات کے لئے ایک یہ ہی بس ہے مگر قوی امید ہے کہ ہمارے حضرت سیّد صاحب موصوف روح قدس سے مویّد ہوکر اور بھی بڑے مفید اور منتج ثواب کام کریں گے۔'' (روحانی خزائن جلد ۴۔ الحق دلہی صفحہ ۱۳۳)

2) ''۔۔۔مجھے یہ الہام ہوا۔ از پئے آن محمد احسن را تارکِ روزگار می بینم یعنی مَیں دیکھتا ہوں کہ مولوی سیّد محمد احسن امروہی اِسی غرض کے لئے اپنی نوکری سے جو ریاست بھوپال میں تھی علیحدہ ہو گئے تا خدا کے مسیح موعود کے پاس حاضر ہوں اور اُس کے دعویٰ کی تائید کے لئے خدمت بجا لاوے اور یہ ایک پیشگوئی تھی جو بعد میں نہایت صفائی سے ظہور میں آئی کیونکہ مولوی صاحب موصوف نے کمر بستہ ہوکر میرے دعویٰ کی تائید میں بہت سی کتابیں تالیف کیں اور لوگوں سے مباحثات کئے اور اب تک اسی کام میں مشغول ہیں خدا اُن کے کام میں برکت دے اور اِس خدمت کا اُن کو اجر بخشے۔ آمین۔''

(روحانی خزائن جلد ۲۲۔ حقیقۃ الوحی۔ صفحہ 346 تا 347)

3) ''اس عاجز کا ارادہ ہے کہ اشاعتِ دین اسلام کیلئے ایسا احسن انتظام کیا جائے کہ ممالک ہند میں ہرجگہ ہماری طرف سے واعظ و مناظر مقرر ہوں اور بندگان خدا کو دعوت حق کریں تا حجت اسلام روئے زمین پر پوری ہو لیکن اس ضعف اور قلت جماعت کی حالت میں ابھی یہ ارادہ کامل طور پر انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔ بالفعل یہ تجویز کیا ہے کہ اگر حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو ایک فاضل جلیل اور امین اور متقی اور محبت اسلام میں بدل و جان فدا شدہ ہیں قبول کریں تو کسی قدر جہاں تک ممکن ہو یہ خدمت ان کے سپرد کی جائے۔ مولوی صاحب موصوف بچوں کی تعلیم اور درس قرآن و حدیث اور وعظ و نصیحت اور مباحثہ و مناظرہ میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں نہایت خوشی کی بات ہے اگر وہ اس کام میں لگ جائیں لیکن چونکہ انسان کو حالت عیالداری میں وجوہ معیشت سے چارہ نہیں اس لئے یہ فکر سب سے مقدم ہے کہ مولوی صاحب کے کافی گذارہ کیلئے کوئی احسن تجویز ہو جائے یعنی یہ کہ ہر ایک ذی مقدرت صاحب ہماری جماعت میں سے دائمی طور پر جب تک خدائے تعالیٰ چاہے ان کے گذارہ کیلئے حسب استطاعت اپنے کوئی چندہ مقرر کریں اور پھر جو کچھ مقرر ہو بلاتوقف ان کی خدمت میں بھیج دیا کریں۔''

(روحانی خزائن ۴۔ نشان آسمانی۔ صفحہ 408)

4) ''ہمارے دلی محبّ مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو اس سلسلہ کی تائید کے لئے عمدہ عمدہ تالیفات میں سرگرم ہیں۔'' (روحانی خزائن ۱۱۔ انجام آتھم۔ صفحہ ۳۱۳)

5) ''حبّی فی اللہ مولوی سیّد محمد احسن صاحب امروہی مہتمم مصارف ریاست بھوپال۔ مولوی صاحب موصوف اِس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور تعلق روحانی رکھتے ہیں۔ اُن کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث میں ان کی نظر بہت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے۔ حال میں انہوں نے ایک رسالہ اعلام الناس اس عاجز کے تائید دعویٰ میں بکمال متانت و خوش اسلوبی لکھا ہے جس کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ لیں گے کہ مولوی صاحب موصوف علوم دینیہ میں کس قدر محقق اور وسیع النظر اور مدقّق آدمی ہیں انہوں نے نہایت تحقیق اور خوش بیانی سے اپنے رسالہ میں کئی قسم کے معارف بھر دئے ہیں۔ ناظرین اس کو ضرور دیکھو۔''

(روحانی خزائن جلد ۳۔ ازالہ اوہام۔ صفحہ 524 تا 525)

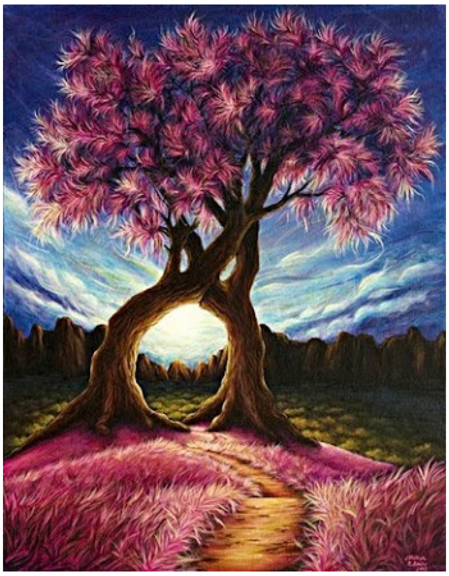

اِس فرشتے نے ہی حضرت مولانا نورالدین (ر) کی وفات کے بعد مرزا محمود احمد صاحب کا نام خلافت کے لئے پیش کیا تھا۔ لیکن جب حضرت مولانا محمد احسن امروہی

(ر) کو مرزا محمود احمد کے غلط عقائد کا علم ہوا آپ نے مرزا محمود احمد صاحب کو خلافت کے معزول کرنے کا اعلان کر دیا اور لکھا۔

ضروری اعلان

ایہاالاحباب. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ سب صاحبان کو علم ہے کہ 1914ء کے اوائل میں حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی وفات پر ہماری جماعت میں ایک اختلاف نمودار ہوا۔ اس وقت میں نے محض اتحاد جماعت قائم رکھنے کی خاطر یہی مناسب سمجھا کہ ہم سب لوگ صاحبزادہ محمود احمد صاحب کی بیعت کرلیں تاکہ وحدت قومی قائم رہے۔ مجھے اس وقت تک علم نہ تھا کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں کوئی فساد واقع ہو چکا ہے۔ اسلئے میں خود اس بات کا مجوز تھا کہ صاحبزادہ صاحب کو خلیفہ مقرر کیا جاوے۔ اُسوقت جو کچھ اختلاف عقائد کا چرچا تھا اس کو میں نے اس وجہ سے کہ صاحبزادہ صاحب کے مضامین تشحیذ الاذہان وغیرہ میری نظر سے نہ گزرے تھے، ایک معمولی امر سمجھا۔ بعد میں جب اس اختلاف نے ترقی کی اور طرفین نے ایک دوسرے کے عقائد پر روشنی ڈالی تو اس میں میری تحریروں کا حوالہ بھی دیا گیا۔ یعنی ہمارے احباب لاہور نے اس بات کو پیش کیا کہ میری تحریروں مثل ستہ ضروریہ وغیرہ میں جو بعد وفات حضرت مسیح موعودؑ لکھی گئی تھی انہی عقائد کا اظہار ہے جو وہ رکھتے ہیں۔ اس پر مجھے قادیان سے ایک خط اکمل صاحب کا آیا جس میں اسی امر کی طرف توجہ دلا کر آخر پر یہ لکھا گیا تھا کہ تم اپنے عقائد کو تبدیل کرو۔ اس پر مجھے بہت فکر ہوئی کہ جب اس طرح پر مجھ جیسے لوگوں کو تبدیل عقائد کیلئے لکھا جاتا ہے تو بے چارے عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔ وہ تو قادیان کے

اخبارات کے رعب میں آ کر خاموش ہو جاویں گے۔ اس کے بعد قادیان کے اخبار میں غلو کی ترقی دیکھ کر میں نے اندر ہی اصلاح کی کوشش کی۔ مگر میرے خطوط پر کوئی توجہ نہ ہوئی۔ دوسری طرف کچھ سوالات احباب کی طرف سے بکثرت مجھ پر شروع ہوگئے۔ اور رویائے صادقہ کے ذریعہ سے بھی مجھے ہدایت ہوئی کہ اب علی الاعلان صاحبزادہ صاحب کو سمجھانا ضروری ہے۔ چنانچہ اس پر میں نے القول المجد نام ایک رسالہ لکھا جسمیں میں نے دلائل سے ثابت کیا کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اس پر بھی کوئی توجہ نہ ہوئی بلکہ بجائے اسکے مجھے وہی خطاب دیئے گئے جو ہمیشہ ایسے وقت میں حق کیلئے آواز اٹھانے والوں کو دیئے جاتے ہیں۔ کبھی یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے روپیہ لے لیا ہے۔ حالانکہ مسیح موعود کی زبان پر اللہ تعالیٰ میری نسبت شہادت دے چکا ہے

از برائش محمد احسن را   تارک روزگار مے بینم

یعنی مسیح موعود کی حمایت اور تائید اور تصدیق کے لئے محمد احسن کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے ذریعہ معاش پر بھی لات ماردیگا۔ یہ میں محض تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اور اس جھوٹے الزام کی وجہ سے یاد دلاتا ہوں جو مجھ پر کیا گیا۔ پھر میری نسبت یہ مشہور کیا گیا کہ میرے حواس ٹھیک نہیں رہے اور اب تک چار پانچ ماہ سے میر ناصر نواب صاحب اسی خیال کو مختلف جماعتوں میں پھیلا رہے ہیں۔ ان باتوں کو میں محض اس لئے ذکر کرتا ہوں کہ میری نصیحت کا اثر صاحبزادہ صاحب پر کچھ نہ ہوا۔ اور نہ صرف خود میری کتاب کی طرف توجہ نہ کی بلکہ جماعت کو بھی مختلف ذرائع سے اس کتاب کے پڑھنے سے روکا گیا۔

اب میں اپنی طرف سے اتمام حجت کر چکا۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے زمانہ میں بھی حسب شہادت الہام الٰہی

از برائش محمد احسن را   تارک روزگارے بینم

اپنی تائید اور تصدیق کے لئے مجھے امر فرماتے رہے، اور میں ڈرتا ہوں کہ اپنے سامنے حضرت کے خلاف عقائد کی تعلیم دیکھ کر خاموش رہوں جس میں اسلام کے اندر ایک فتنہ عظیم پیدا ہوتا ہے۔ تو میں اللہ تعالیٰ کے حضور کیا جواب دونگا۔ اور حدیث میں ہے الساکت عن الحق شیطان اخرس۔ اور میں اس بات سے بھی ڈرتا ہوں کہ میری خاموشی کی وجہ سے دوسرے گمراہ نہ ہوں۔ پس محض اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اسکے حضور جوابدہی کے وقت کا خوف کرتے ہوئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ

صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد صاحب بوجہ اپنے عقائد فاسدہ پر مُصر ہونے کے میرے نزدیک ہرگز اب اس بات کے اہل نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں۔ اور اس لئے میں اس خلافت سے جو محض ارادی ہے سیاسی نہیں صاحبزادہ صاحب کا اپنی طرف سے ازل کر کر عنداللہ وعندالناس اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہوں جو میرے سر پر تھی اور بحکم لا طاعت للمخلوق فی معصیة الخالق اور حسب ارشاد الٰہی قال ومن ذریتی قال لا ینال عہدی الظالمین اپنی بریت کا اعلان کرتا ہوں اور جماعت احمدیہ کو یہ اطلاع پہنچا دیتا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب کے یہ عقائد کہ

(۱) سب اہل قبلہ گو کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

(۲) حضرت مسیح موعود کامل حقیقی نبی ہیں۔ جزوی نبی یعنی محدث نہیں۔

(۳) اسمہ احمد کی پیشگوئی جناب میرزا صاحب ہی کے لئے ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے نہیں اور اسکو ایمانیات سے قرار دینا

ایسے عقائد اسلام میں موجب ایک خطرناک فتنے کے ہیں۔ جس کے دُور کرنے کے لئے کھڑا ہوجانا ہر ایک احمدی کا فرض اولین ہے۔ یہ اختلاف عقائد معمولی اختلاف نہیں۔ بلکہ اسلام کے پاک اصول پر حملہ ہے اور مسیح موعود کی تعلیم کو بھی ترک کر دینا ہے۔ میں یہ بھی اپنے احباب کو اطلاع دیتا ہوں کہ ان عقائد کے باطل ہونے پر حضرت مسیح موعودؑ کے مقرر کردہ معتمدین کی بھی کثرت رائے ہے۔ یعنی اب جو بارہ ممبر حضرت کے مقرر کردہ زندہ ہیں ان میں سے سات ممبر علی الاعلان ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کر چکے ہیں اور باقی پانچ میں بھی اغلب ہے کہ ایک صاحب ان عقائد میں صاحبزادہ صاحب کے ساتھ شامل نہیں۔ یہ امر تحدیث بالنعمت کے طور پر لکھا گیا۔ ورنہ احباب لاہور میں سے اگر کوئی بھی میرا شریک نہ ہوتو مجھے پرواہ نہیں۔ رَبِّ لا تذرنی فرداً و انت خیر الوارثین مجھ کو دعا سکھائی گئی۔ اور علاوہ اس فساد دین کے دنیوی طور پر بھی بہت کچھ فساد انتظاماتِ خلافت میں واقع ہو چکا ہے۔ جس کی یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اس لئے میں یہ اعلان کر کر بری الذمہ ہوتا ہوں۔ و افوض امری الی اللّٰہ ان للّٰہ بصیر العباد

سید محمد احسن امروہی عفی اللہ عنہ بقلم خود

لاہور ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء

مندرجہ ذیل حوالوں میں اِس اعلان کے بعد قادیانی جماعت کا ردِعمل دیا جاتا ہے:

''1914ء میں جب مولوی محمد احسن صاحب نے لاہوریوں کے لالچ دلانے پر اشتہار شائع کیا کہ میں نے ہی میاں محمود کو خلیفہ بنایا تھا اور میں ہی انکو خلافت سے اتارتا ہوں تو جماعت نے اس وقت یہ ریزولیوشن پیش کیا کہ انکو جماعت سے نکالا جائے۔ مولوی رحیم بخش صاحب سیالکوٹ کے ایک بڑھے صحابی تھے وہ کھڑے ہوگئے اور بڑے زور سے کہنے لگے کہ ایسا ریزولیوشن پاس نہ کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

انکو فرشتہ قرار دیا ہے۔ میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ مولوی صاحب! آپ کا کیا منشاء ہے کہ جو کہتا ہے کہ خلافت توڑ دو انکو جماعت سے نہ نکالیں؟ تو کہنے لگے اگر ایسا ہے تو پھر اسکو جماعت سے نکال دو۔۔۔۔۔مولوی محمد احسن کے متعلق حضرت صاحب (یعنی مسیح موعود) نے کسی خط میں لکھا ہے کہ یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعودؑ دو فرشتوں پر اترے گا ان میں سے ایک مولوی محمد احسن بھی ہیں''۔ (دیکھو: نظام آسمانی کی مخالفت اور اسکا پس منظر۔تقریر خلیفہ ثانی۔صفحہ ۵)

محمد احسن امروہی صاحب کے مطابق خلیفہ ثانی کے عقائد میں فساد واقع تھا:

''دوسری بات جو میں کہنی چاہتا ہوں یہ ہے کہ ایک تازہ شور برپا ہوا ہے اور وہ مولوی محمد احسن صاحب کے رسالہ اور اشتہارات کے متعلق ہے۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔مولوی محمد احسن صاحب کا ایک تازہ اشتہار دیکھ کر اور میں حیران ہوں کہ انسان کسی کی مخالفت اور عداوت کی وجہ سے تقویٰ کو کیوں چھوڑ دیتا ہے۔مولوی محمد احسن صاحب اس اشتہار میں لکھتے ہیں؛''میں نے محض اتحاد جماعت قائم رکھنے کی خاطر یہی مناسب سمجھا کہ ہم سب لوگ صاحبزادہ محمود احمد صاحب کی بیعت کرلیں تاکہ وحدت قومی قائم رہے۔ مجھے اس وقت علم نہ تھا کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں کوئی فساد واقع ہو چکا ہے۔''ن (انوار العلوم جلد ۳۔صفحہ ۴۰۶۔متفرق امور)

شائع کردہ
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یو کے
15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ
www.virtualmosque.co.uk
ای میل: aaiiLahore@gmail.com

جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱۔اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔

۲۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔''اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا''، ''جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''، ''میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔''

۳۔قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔آنحضرت ﷺ کے بعد مجدد دین آئیں گے۔اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔

۵۔ہم تمام صحابہ کرام اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ہر اس شخص کو جو لاَ اِلٰهَ اِلاّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رسولُ اللّٰهُ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷۔حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی مجدد و مسیح موعود اور مہدی کا تھا نبی کا ہرگز نہیں۔ ان کے اپنے الفاظ:''اوران لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔''

اِن عقائد رکھنے والی جماعت کو کافر کہنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟